



پاکستان کے پرائیویٹ اسکولنگ سسٹم میں موجود بے اعتدالیاں اور ان کے اثرات و نتائج کا مطالعہ قرآن و سنت کی روشنی میں

A STUDY OF THE IRREGULARITIES IN PAKISTAN'S PRIVATE SCHOOLING SYSTEM AND ITS EFFECTS AND CONSEQUENCES IN THE LIGHT OF QUR'AN AND SUNNAH

Fakhra Naz

Assistant Professor Government
Islamia College for Women Karachi

Muhammad Mehraban Barvi

Assistant professor, Department of Islamic Learning,
Federal Urdu University Abdul Haq Campus, Karachi

Abstract

As a Muslim we all know that Islam always emphasize on acquiring knowledge in this this context Holy Quran says "Are those who have knowledge equal to those who do not have knowledge?!" (Quran, 39:9) The Private educational institutions have emerged as an educational industry in Pakistan. While these educational institutions have filled the gap of educational institutions, we have seen the poor performance and quality of education of these private educational institutions declining and, in this congestion, Pakistani students and parents look anxious, and frustrated. Growing irregularities, lack of standards and poor performance in these private educational institutions. ALLah says in Quran

"You are the best nation produced [as an example] for mankind. You enjoin what is right and forbid what is wrong and believe in Allah" (Quran, 3:110)

This topic is related to the current situation. In view of the growing population of Pakistan, there was a growing need for educational institutions, which resulted in the establishment of mostly private educational institutions. And education has become an industry Poor performance of private educational institutions, poor management, declining standard of education due to incompetent teachers and increasing anxiety and dissatisfaction among parents and students.

According to hadees" Anyone who is asked by God to take charge of subjects and does not protect them with good counsel will not smell the fragrance of paradise."

The purpose of writing on this subject is to raise awareness in the society that the quality of education is not hidden in beautiful buildings, colorful books, beautiful uniforms and speaking English. Rather, the process of education is not really a process of transmitting civilization and culture to the generation. To draw the attention of those who invest in these educational industries so that the future of the architects of the future is not at stake. Rather, the process of education is in fact the process of transmitting civilization and culture to the new generation.

Educational institutions, whether public or private, should not be made an educational business industry but a cradle of knowledge and literature

موضوع کا تعارف

پاکستان میں پرائیویٹ تعلیمی ادارے ایک تعلیمی صنعت بن کر سامنے آئے ہیں۔ جہاں ان تعلیمی اداروں نے تعلیمی اداروں کی کمی کو پورا کیا وہیں پر ہمیں ان پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی ناقص کارکردگی اور علمی معیار گرتا ہوا نظر آیا اور اس بھیڑچال میں پاکستانی طلباء اور والدین پریشان بے چین اور مایوس نظر آتے ہیں۔ ان پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں بڑھتی ہوئی بے اعتدالیاں، معیارات کا فقدان اور ناقص کارکردگی میرے آج کے مضمون کا موضوع ہیں۔ یہ موضوع چونکہ حالات حاضرہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پاکستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کے پیش نظر تعلیمی ادارے قائم کرنے کی ضرورت بڑھتی گئی جس کے نتیجے میں زیادہ تر نجی تعلیمی ادارے قائم ہوئے۔ اور تعلیم ایک صنعت کارنگ اختیار کر لیا۔ نجی تعلیمی اداروں کی ناقص کارکردگی، خراب انتظامیہ، نااہل اساتذہ سے علمی معیار دن بدن گرتا چلا گیا اور والدین اور طلباء میں بے چینی اور بے اطمینانی بڑھتی جا رہی ہے ایسی صورت حال پر تبصرہ و تجزیہ تحریر تقریر اولین ضرورت تھی۔

اس موضوع پر قلم اٹھانے کا مقصد معاشرے میں اس شعور کو اجاگر کرنے کی ایک کوشش ہے کہ معیار تعلیم خوب صورت عمارتوں، رنگ برنگی کتابوں، دیدہ زیب یونیفارم اور انگریزی بولنے میں پنہاں نہیں ہے۔ بلکہ تعلیم کا عمل درحقیقت نہیں نسل کو تہذیب و ثقافت کی ترسیل کا عمل ہے۔ ان تعلیمی صنعتوں پر پیسہ لگانے والوں کی توجہ اس جانب مبذول کرنا کہ مستقبل کے معماروں کا مستقبل داؤ پر نہ لگایا جائے۔ بلکہ تعلیم کا عمل درحقیقت نئی نسل کو تہذیب و ثقافت کی ترسیل کا عمل ہے۔ تعلیمی ادارے چاہے سرکاری ہوں یا نجی انہیں تعلیمی کاروباری صنعت نہیں بلکہ انہیں علم و ادب کے گہوارے بنائیں۔

اسلام کا نظریہ تعلیم اور اس کی اہمیت

اسلام کی نظر میں تعلیم کا مقصد انسانی پیدائش کے اصل منشاء کو پورا کرنا ہے۔ اخلاق حسنہ سے آپ آراستہ ہونا اور دوسروں کو آراستہ کرنا اپنے علم کی روشنی سے نادانی کے اندھیرے دور کرنا اور نہ جاننے والوں کو سکھانا، بھولے بھٹکے کو راہ دکھانا اور باطل کو مٹانا ہے۔ اسلام کا نظام تربیت شہری تیار کرنا ہی نہیں بلکہ اس کا مقصد اچھا انسان تیار کرنا ہے وہ انسان جو مکمل انسان ہو جس میں انسانیت کے سارے پنہاں جوہر نمایاں ہو گئے ہوں اور جو صرف جغرافیائی حدود میں ایک وطن کا اچھا شہری نہ ہو بلکہ وہ پوری دنیا کا اچھا شہری، بہترین بندہ اور انسان ہو۔ اسلام میں تعلیم کی اہمیت مسلم ہے۔ تاریخ انسانیت میں یہ منفرد مقام اسلام ہی کو حاصل ہے کہ وہ سراپا مسلم بن کر آیا اور اس کی ابتدا علم سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد و پاک و عِلْمٌ ءَادَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

ترجمہ ”اور اللہ نے حضرت آدم کو تمام انبیاء کے نام سکھائے اور اپنا علم سکھایا۔“

حضرت آدم کو سارے نام سکھانا گویا ان کو تمام اشیاء کا علم دینا تھا اسی علم کی بنا پر انسان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنا خلیفہ (نائب) بنا کر بھیجا ہے اور اسے مجموعی لحاظ سے اس قدر علمی صحت اور عملی تقرفات سے نوازا ہے کہ ساری کائنات اس کے لیے مطیع و مسخر ہو کے رہ گئی ہے۔ زمانہ جاہلیت (آنحضرتؐ

کی بعثت سے پہلے) صرف ان ہی لوگوں کی زیادہ اہمیت ہوتی تھی جو یا تو حسب و نسب کے اعتبار سے اونچے ہوں یا مال و دولت میں اپنی مثال آپ تھے۔ چونکہ تعلیم ناپید سی تھی اسی لیے تعلیم کوئی معیار نہ تھی۔ لیکن اسلام کے آنے کے بعد علمی لحاظ سے لوگوں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا تھا۔ خود رسول ہر اس شخص کو ترجیح دیتے تھے جس کی علمی اعتبار سے دوسروں سے بلند ہوتا تھا کہ مسلمان وہاں جا کر تعلیم تربیت حاصل کریں چنانچہ تعلیم کی یہ اہمیت تھی کہ اگر کسی مرد کے پاس مہر ادا کرنے کے لیے رقم نہ ہوتی تو اس کا اپنی بیوی کو پڑھنا لکھنا دینا بھی مہر تصور کر لیا جاتا تھا۔ علم کی اہمیت یہ تھی کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض ہے۔"

اسلامی معاشرہ اور تعلیم:

اسلامی معاشرے میں جو تعلیم دی جاتی ہے اس کا مقصد اسلامی شعور پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اسلامی شعور سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو محض پڑھنا لکھنا ہی نہ سکھایا جائے بلکہ ان پر واضح طور پر اسلام کا عندیہ (زندگی کا مقصد اور صحیح طرز عمل) ظاہر کر کے دین کی سمجھ بوجھ اس حد تک پیدا کر دی جائے کہ وہ عملی زندگی میں ہوشیار اور خبردار ہو کر غیر اسلامی رویہ زندگی سے بچنے لگیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دینی علوم کے علاوہ کسی دوسرے علم کا حصول مسلمانوں کے لیے ناجائز قرار دے دیا جائے بلکہ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان دینی واقفیت کو فرض سمجھ کر حاصل کرے تاکہ عملی زندگی میں وہ ایک عمدہ نمونہ، اخلاق بن جائے اور اس کے بغیر ذہنی رجحان اور پسند کے مطابق وہ جو بھی دوسرا علم سیکھے اس میں کمال تک پہنچنے کی اس لیے کوشش کرے کہ اس علم کے ذریعے انسانیت کی عزت اور انسانیت کی خدمت کرنا اس کا فرض ہو۔ ایک مسلمان اگر سائنس کی ہی ایک شاخ میں کمال حاصل کرے گا تو وہ اپنا تمام علم خدمت خلق کے لیے وقف کرے گا کیونکہ اسے اللہ کا ڈر ہے کہ اس کی ہر حاصل کی ہوئی چیز میں لوگوں کا بھی حصہ ہے لیکن وہی علم اگر ایک غیر مسلم کے ہاتھ میں ہے تو وہاں انسانوں کی فلاح و بہبود کی تربیت وہ زیادہ تروطن پرستی اور نسل پرستی کی بھیجٹ چڑھ کر باقی لوگوں کی تباہی کا سامان بنے گا۔ وہ چیز ہے جس کو روکنے کے لیے اسلامی معاشرے میں دینی تعلیم ہر علم کی بنیاد بنتی ہے۔ حضرت عمر فاروق اپنے عہد خلافت میں جب شام کا سفر کیا تو راستے میں جہاں موقع دیکھتے اتر کر لوگوں کو تعلیم دیتے ان کے سامنے رسول ﷺ کے یہ الفاظ تھے کہ "میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ شخص ہو گا جس نے علم کو سیکھا اور اس کو پھیلایا،"

تقسیم ہند سے قبل مسلمانوں کا نظام تعلیم:

ایشیاء کا جنوبی علاقہ جو کبھی برصغیر کہلاتا تھا پاکستان اور ہندوستان اس خطے کے نمایاں ملکوں میں شامل ہیں۔ جنوبی ایشیاء کے اس خطے پر مسلمان حکمرانوں نے کئی صدیوں حکومت کی ہے۔ اس خطے میں تعلیم صرف پنڈتوں کے لیے مخصوص تھی۔ مسلمانوں کی آمد کے بعد برصغیر میں ہر طرف تعلیم و تدریس کا چرچا ہونے لگا اور جگہ جگہ علوم و فنون کے مراکز قائم کیے جانے لگے سندھ کے شہر ٹھٹھہ میں تقریباً چار سو سے زائد تعلیمی ادارے موجود تھے۔^(۲) ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد ہندوستان عملاً برطانوی تسلط میں آگیا۔ دوسری اقوام کے مقابلے میں مسلمانوں سے بدترین انتقام لیا گیا۔ مسلمانوں کے معاشی، سیاسی تعلیمی اور معاشرتی نظام کو تباہ کر دیا گیا۔ مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کو بند کر دیا گیا۔ اور وہ جاگیریں بھی ضبط کر لی گئیں جن کی آمدنی سے تعلیمی ادارے چلتے تھے مسلمان علماء کو چن چن کر قتل کیا گیا۔ مسلمانوں پر روزگار کے دروازے بند کر دیے گئے۔

ہندوستان پر انگریزوں نے اپنی حکومت کے استحکام کے بعد تعلیمی نظام پر بھی توجہ دینا شروع کر دی اور ہندوستان کی مختلف اقوام کی تعلیمی صورت حال کا بھی جائزہ لیا گیا۔ جس میں تعلیمی ترقی میں ہندو قوم سب سے آگے تھی اور مسلمان قوم تعلیمی تباہی و پستی کا شکار تھی۔ انگریزوں کے قبضے کے بعد برصغیر میں عربی اور فارسی مضامین کو ختم کیا گیا۔ جس سے مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ ان کی تہذیب و تمدن کو ختم کیا جا رہا ہے اور انگریزی تہذیب ان پر مسلط کی جا رہی ہے جبکہ ہندوؤں نے انگریزوں کا تعلیمی نظام کو خوشی سے قبول کر لیا۔ مسلمانوں نے انگریزوں کے امتیازی سلوک کی وجہ سے انگریزی زبان سے بھی نفرت کرنے لگے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان ہندوؤں کے مقابلے میں تعلیمی لحاظ سے بہت پیچھے رہ گئے۔ مسلمانوں کی بگڑتی ہوئی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے معاشی و تعلیمی حالت کو نمایاں کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وقت کے تقاضوں کے ساتھ چلنا چاہیے۔ یہ طرز فکر برصغیر کے اعتدال پسند مسلمان اکابرین کی تھی۔ جن میں نمایاں سرسید احمد خان تھے۔ وہ مذہبی علوم کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی و مغربی تعلیم بھی چاہتے تھے اسی فکر کو سامنے رکھتے ہوئے علی گڑھ کالج قائم کیا گیا۔ ان ہی کی تقلید میں جامعہ ملیہ دہلی، اندوۃ العلماء لکھنؤ اور مدرسہ منظر السلام بریلی میں قائم کیئے گئے مسلمانوں کے ان تعلیمی اداروں نے بالواسطہ اور بلاواسطہ تحریک پاکستان کے لیے بنیادیں فراہم کیں جن کی وجہ سے پاکستان کو آزادی نصیب ہوئی۔

پاکستان کا تعلیمی نظام:

1947ء میں جب دنیا کے نقشے پر پاکستان جیسی عالم اسلام کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ابھری۔ ایک نئے ملک کے تعلیمی و معاشی اور سیاسی نظام کو خوش اسلوبی سے چلانا بڑا دشوار مرحلہ تھا حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ اس نئے ملک کو مستحکم اور منظم ہونے تک رہی نظام اپنا لیے جائیں جو غیر منقسم ہندوپاک میں لانچ تھے لہذا پاکستان نے جس نظام تعلیم کو ورثہ میں اپنا یا وہ انگریزوں کا رائج کردہ نظام تھا وہ جو ہمارے تقاضوں پر پورا نہیں اترتا تھا اور ہماری معاشرت سے دور تھا۔ ہم نے حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر عارضی طور پر اس نظام تعلیم کو قبول کر لیا۔ جو محض انگریزوں اور ہندوستانیوں کے درمیان رابطہ پیدا کرنے اور ایسا طبقہ پیدا کرنے سے متعلق تھا جو مترجم کام انجام دے سکے۔ اس نظام تعلیم کا مقصد عوام کو تکنیکی اور صنعتی میدان میں ماہر بنانا نہیں تھا۔ حکومت پاکستان نے نظام تعلیم کو بہتر بنانے پر توجہ دی نومبر ۱۹۴۷ء کو ایک تعلیمی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں نظام تعلیم کو بہتر بنانے کے سلسلے میں نئی تعلیم پالیسی بنائی گئی۔ کسی بھی ملک کی تعمیر و ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اس میں ایک مستحکم اور یکساں تعلیمی نظام موجود ہو جو اس ملک کی قوم کی امنگوں کی ترجمانی کرے اور مقصد تعلیم حاصل ہو تعلیمی اداروں سے ایسے لوگ باہر آئیں جو ملک کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کریں ان کا کردار پوری دنیا میں اپنے مذہب، قوم اور ملک کی نمائندگی کرے اس ملک کا نظام تعلیم انہیں روزگار حاصل کرنے میں مدد دے اور ان کی جغرافیائی، سیاسی، ثقافتی، سماجی، معاشی ضرورتوں سے ہم آہنگ ہو۔ قیام پاکستان کے وقت اس علاقہ میں دو نظامہائے تعلیم موجود تھے۔

(1) دینی نظام تعلیم (2) انگریزی نظام تعلیم

دینی نظام تعلیم:

قیام پاکستان کے وقت اس حصہ ملک میں جو دینی ادارے موجود تھے ان میں دیوبند کے معیار کا غالباً کوئی ادارہ نہ تھا بہر حال ان اداروں میں وہ علم نہ پڑھائے جاتے تھے جن پر معاشرے کی تعمیر و تنظیم ہو رہی تھی اس لیے ان اداروں کو بھی نظام تعلیم کا جذبہ سمجھا گیا۔ ۱۹۷۸ء کی پالیسی میں ان اداروں کو باقاعدہ تنظیم میں لایا گیا۔

انگریزی نظام تعلیم:

یہ ایک باقاعدہ نظام تعلیم تھا جس میں اداروں کی درجہ بندی، نگرانی، تنظیم کا باقاعدہ اہتمام تھا۔ اسی نظام کے فارغ التحصل افراد تمام سطحوں کی سرکاری ملازمتوں کے اہل سمجھے جاتے تھے۔^(۳) اس نظام میں تین قسم کے ادارے تھے۔

(i) سرکاری۔ (ii) مشنری (iii) قومی

پاکستان کے تعلیمی ادارے:

جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو ہم نے انگریزوں کا نظام تعلیم اپنایا۔ اس طرح آج پاکستان میں دو طرح کے تعلیمی ادارے ہیں۔ ایک سرکاری تعلیمی ادارے اور دوسرے نجی تعلیمی ادارے، سرکاری تعلیمی اداروں ذریعہ، تعلیم اردو زبان ہے جبکہ نجی تعلیمی اداروں میں ذریعہ تعلیم اردو زبان ہے جبکہ نجی تعلیمی اداروں میں ذریعہ تعلیم انگریزی زبان میں ہے۔ نجی تعلیمی اداروں میں میٹرک کے علاوہ اولیول اور اے لیول تک تک تعلیم دی جاتی ہے۔ جو کیمبرج نظام تعلیم کہلاتے ہیں۔ یہ مغربی نظام تعلیم ہے اسکے علاوہ ملک میں نجی سطح پر ایک بڑی تعداد دینی مدارس کی ہے جس میں قرآن و حدیث، فقہ، عربی، صرف و نحو، تفسیر وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں سرکاری اسکولوں کو پبلک اسکول بھی کہا جاتا ہے۔ جہاں تقریباً ۶۰٪ عوام کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ پاکستان میں نجی تعلیمی ادارے معیاری تعلیمی ادارے کہلاتے ہیں یہاں کے طلبہ مغربی ثقافت سے مرعوب ہوتے ہیں پاکستان کی ثقافت سے دور ہوتے ہوں کیونکہ سرکاری تعلیمی اداروں اور نجی تعلیمی اداروں کے نصاب میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ اس لیے ان کے تعلیمی معیار میں بھی نمایاں فرق موجود ہے۔ سرکاری اور نجی تعلیمی اداروں کے علاوہ وطن عزیز میں ایک اور تعلیمی ادارے کی قسم موجود ہے جسے ہم نیم سرکاری نہیں ہوتے۔ لیکن ان تعلیمی اداروں کے قواعد و ضوابط، نصاب تعلیم، تعلیمی ڈھانچہ حکمت پاکستان طے کرتی ہے۔ یہ تینوں طرح کے تعلیمی ادارے پاکستان کے طلباء کی شخصیت اور کردار سازی کے لیے ہمہ وقت سرگرم عمل رہتے ہیں۔

سرکاری تعلیمی ادارے:

سرکاری اسکول پرائمری یا سیکنڈری اسکول ہوتے ہیں جن کی ذمہ داری گورنمنٹ یا ریاست کی ہوتی ہے کہ وہ تمام بچوں کے لیے تعلیم کا مفت انتظام کریں داخلہ فیس، امتحانی فیس کا تمام خرچ گورنمنٹ برداشت کرتی ہے ایسے اسکولوں کو پبلک اسکول بھی کہا جاتا ہے۔ سرکاری اسکولوں کو عوامی تنظیمیں، ریاستی اور قومی حکومتیں مالی اعانت فراہم کرتی ہیں۔ انہیں ٹیکس کے ذریعے سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ سرکاری تعلیمی اداروں میں ذریعہ تعلیم اردو زبان ہے۔ یہ اسکول پسماندہ طبقے کے لیے ایک امید ہوتے ہیں سرکاری اسکول صرف کم از کم، مطلوبہ بنیادی ڈھانچے اور تعلیم کا معیار فراہم کرنے کے لیے قائم کیے گئے ہیں۔ یہ اسکولز صرف بنیادی تعلیم پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔ گورنمنٹ کی عدم توجہی کی وجہ سے ان اسکولوں کو مختلف مسائل درپیش ہوتے ہیں جیسا کہ میں اکثر کلاس روم تختہ سیاہ، پینے کا صاف پانی اور حفظان صحت کی سہولیات نہیں ہوتیں۔ کہیں اساتذہ کی کمی ہے۔ تو کہیں فرنیچر کی

عدم دستیابی ہے۔ دیہی اسکولوں میں طلبہ، بغیر کمرہ جماعت کے درختوں کے نیچے بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔ پاکستان کا نظام تعلیم انگریزوں کے دور کی بقایا جات ہے اسی نظام تعلیم کے تحت پڑھائے جانے والے علوم اسلامی روح سے خالی ہیں سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے طلباء میں اعتماد کی کمی نظر آتی ہے۔ پاکستان کے سرکاری اسکولز کو گورنمنٹ کی توجہ کی بے حد ضرورت ہے۔

نیم سرکاری تعلیمی ادارے:

یہ ادارے آدھے پرائیویٹ اور آدھے سرکاری ہوتے ہیں۔ یہ ادارے براہ راست حکومت کے ذریعے انتظام نہیں بلکہ حکومت کے کنٹرول میں جو سرکاری ملکیت میں نہیں ہوتے بلکہ سرکاری امداد یافتہ ہیں۔ ان تعلیمی اداروں کو مختلف این جی اوز چلاتے ہیں۔ یہاں قواعد و ضوابط کی پیروی سرکاری اصولوں کے مطابق ہوتی ہے جہاں پرائیویٹ اسکول مکمل طور پر نجی انتظامیہ کے زیر ملکیت اور کنٹرول میں ہوتے ہیں نیم سرکاری اسکولوں میں داخلہ تمام طلبہ کے لیے بغیر کسی مخصوص معیار کے کھلا ہوتا ہے تاہم پرائیویٹ اسکولوں میں داخلہ کچھ معیارات کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ان اسکولوں میں نصاب، میں کا ڈھانچہ حکومت کے فیصلے کے مطابق ہوتا ہے جبکہ پرائیویٹ اسکولوں میں یہ تمام چیزیں انتظامات کے کنٹرول میں ہوتی ہیں۔ حیات الاسلام اسکول، اوپی ایف اسکول اور ٹی سی، ایف اسکولز اس کی زندہ مثال ہے۔ ان اداروں کی ابتداء انگلستان سے ہوئی۔ پاکستان میں پبلک اسکولوں کا وجود تو انگریزی دور سے ہی موجود تھا تاہم ان کی تعداد بہت کم تھی اور وہ عام طور پر پرائیویٹ اہتمام میں ہی قائم ہوتے تھے۔ قومی تعلیمی کمیشن نے معیاری تعلیم کے نام پر اسے ادارے قائم کیے جن کا انتظام کمشنر یا ڈپٹی کمشنر سنبھالتے تھے جن کے وسائل سرکاری خزانے، میونسپل کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں وغیرہ سے حاصل کیے جاتے تھے ان اداروں میں دو قسم کے نصابات رائج کیے گئے جاتے ان اداروں میں دو قسم کے نصابات رائج کئے گئے ایک عام ملکی نصاب اور دوسرا انگلستانی نصاب، ان اداروں میں معیاری تعلیم کے نام پر انگریزی کی بالادستی مسلط کر دی گئی۔ لیکن کوئی تعلیمی فائدہ نہ ہو سکا۔^(۴)

نجی (پرائیویٹ) تعلیمی ادارے:

قیام پاکستان کے بعد ملک کی آبادی میں اضافے کے ساتھ ہی ساتھ ایک طرف تو زیادہ سے زیادہ تعلیمی ادارے قائم کرنے کی ضرورت بڑھتی چلی گئی جس کے پیش نظر زیادہ تر نجی تعلیمی ادارے قائم ہوئے اور دوسری طرف ان تعلیمی اداروں کی کارکردگی ناقص ہوئے۔ خراب انتظامیہ اور نااہل اساتذہ سے علمی معیار گرنا چلا گیا اور طلباء کی اکثریت کی ناکامی حکومت اور عوام کے لیے مسئلہ بنتی چلی گئی۔ شہروں میں طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا جس کے تناسب سے تعلیمی اداروں کی تعداد بڑھ نہ سکی جس کے نتیجے میں طلباء کے داخلے مسئلہ بن گئے فیسوں کے لالچ میں نجی تعلیمی اداروں میں حد سے زیادہ طلباء داخل کر لیے جانے لگے جس سے تعلیمی اداروں میں بھرمار کا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ حکومت نے تعلیمی ماحول کو بہتر بنانے کے لیے کوشش شروع کیں۔^(۵) ہمارے ملک پاکستان میں آج مختلف قسم کے پرائیویٹ اسکولز پائے جاتے ہیں۔ جن میں کئی اسکولز تو نام ہی گارنٹی ہے سمجھے جاتے ہیں جو کہ تعلیمی میدان میں روز افزوں پر ترقی منازل طے کر رہے ہیں اور طلبہ کسی حد تک ان تعلیمی اداروں سے مطمئن نظر آتے ہیں۔ نجی اسکول اپنے طلباء کو

بہتر مواقع فراہم کرنے میں یقین رکھتے ہیں۔ کئی طریقوں سے پرائیویٹ اداروں سے داخلہ لینا دانش مندی ہے کیونکہ بچے کی نفسیاتی نشوونما کے لیے پرائیویٹ اسکول بہتر ہوتے ہیں۔ انگریزی ذریعہ تعلیم کے ادارے مشنری اسکول بھی کہلاتے ہیں۔

پرائیویٹ اسکولنگ سسٹم میں بے اعتماد الیاں

”کسی قوم کو غلام بنانا تو اس سے اس کی تعلیم چھین لی جاتی ہے یا پھر اس کے تعلیمی نظام کو فرسودہ حال کر دیا جاتا ہے۔“

پاکستان کا نظام تعلیم انگریزوں کے دور کی بقایا جات ہے۔ ملک میں بڑھتی ہوئی آبادی نے جہاں بہت سے مسائل نے جنم لیا وہاں تعلیمی اداروں کی کمی بھی ایک مسئلہ بن کر سامنے آئی۔ سرکاری تعلیمی اداروں کی کمی کی وجہ سے دھڑا دھڑا پرائیویٹ اسکول گلی محلوں میں قائم ہونا شروع ہو گئے۔ انگریزی میڈیم اسکولز کے نام پر ان اداروں نے ہمارے مستقبل کے نونہالوں کا مستقبل داؤ پر لگا دیا ہے۔ اسکولز تو وجود میں آ گئے اور ایک طلباء کی ایک کثیر تعداد ان اسکولز میں زیر تعلیم بھی ہیں لیکن تیزی سے کھلتے ان اسکولوں میں سے زیادہ تعداد میں اسکول بے اعتماد لیوں اور خامیوں کا شکار ہیں۔ مجبور والدین اپنے بچوں کو ان اسکولوں میں تعلیم دلوانے پر مجبور ہیں۔ جس زدہ چھوٹی چھوٹی عمارتوں میں، چھوٹی چھوٹی کرسیوں پر بیٹھے طلبہ، غیر تربیت یافتہ فتنہ اساتذہ کے ہاتھوں پڑھنے پر مجبور ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ جہاں دور دور تک سرکاری اسکول نہیں تو وہاں پھر یہ پرائیویٹ اسکول ہی والدین کا واحد سہارا بنتے ہیں۔ پرائیویٹ اسکولز کے بھی معیارات ہیں کچھ پرائیویٹ اسکولز کا معیار بہت اچھا ہے جہاں فیس بھی زیادہ ہوتی ہے۔ طلبہ و طالبات کا ٹیسٹ لیا جاتا ہے اور پھر انہیں ان اسکولز میں داخلہ ملتا ہے۔ ان کا نصاب ہمارے ماحول، معاشرے سے ہم آہنگ نہیں ہوتا۔ انگریزی اردو اور مادری زبان میں بچہ پھنس کر رہ جاتا ہے

پرائیویٹ اسکولز کی اقسام:

پاکستان میں پرائیویٹ اسکولوں کی مختلف اقسام ہیں جن میں طلباء و طالبات کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے۔ پاکستان میں اسکول جانے والے ۴-۵ ملین بچوں میں سے ۴۲٪ نجی اسکولوں میں پڑھتے ہیں۔^(۱) پرائیویٹ اسکول کے طلباء کا رجحان سرکاری اسکول کے طلباء اور خاص طور پر اسکول سے باہر بچوں کی نسبت شہری، امیر اور زیادہ تعلیم یافتہ گھرانوں سے ہوتا ہے۔ کم لاگت والے پرائیویٹ اسکولوں کی تعداد ۱۹۹۰ میں ۳۲۰۰۰ تھی صرف پنجاب میں جو ۲۰۱۶ میں ۶۶۰۰۰ تک جا پہنچی ہے۔ پرائیویٹ اسکولنگ سسٹم میں طلباء کی ٹیوشن فیس میں مالی اعانت فراہم کی جاتی ہے رپورٹ کے مطابق

۸۵٪ سے زائد والدین نے کہا کہ انہوں نے اپنے بچوں کے لیے بہتر تعلیمی ماحول کے لیے نجی اسکول کا انتخاب کیا۔ جب کہ ۸۱٪ نے کہا کہ یہ انتخاب بہتر تعلیم کے لیے کیا گیا تھا۔ نجی اسکولوں کی بنیادی تین اقسام ہیں۔

(i) پری اسکول (ii) پرائمری اسکول (iii) سیکنڈری اسکول

پرائیویٹ اسکولوں کے چار طرح کے نظام پاکستان میں رائج ہیں۔

(i) میٹرک سسٹم (ii) مدارس (iii) کیمبرج سسٹم (iv) کوچنگ سسٹم

(i) میٹرک سسٹم:

یہ پاکستانی نظام تعلیم ہے۔ اس نظام میں طلباء آٹھویں جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد جماعت نہم میں داخل لیتے ہیں۔ یہ دو سالہ پروگرام ہے جس کا اختتام دسویں جماعت کے امتحان میں ہوتا ہے۔ نصاب اور امتحان پاکستانی، وفاقی اور صوبائی تعلیمی بورڈ کے زیر انتظام ہیں۔ یہ امتحان پاس کرنے والے طلباء کی عمر ۱۶ سال ہوتی ہے۔ اس میں طلباء لازمی مضامین مثلاً انگریزی اردو، اسلامیات، اور مطالعہ پاکستان کے ساتھ ساتھ اختیاری مضامین بھی اپنی پسند اور اہلیت کے مطابق منتخب کرتے ہیں یہ بورڈ کا امتحان بھی کہلاتا ہے کامیاب ہونے والے طلباء اپنے گریڈز کے مطابق کالجوں میں داخلہ لیتے ہیں۔ یہ نسبتاً ایک آسان نظام تعلیم ہے۔ جس میں طلباء ۵ مضمون نویں جماعت میں پڑھتے ہیں اور اتنے ہی مضمون دسویں میں پڑھتے ہیں پھر سالانہ امتحان ہوتا ہے اس امتحان کے لیے طلباء سخت محنت کرتے ہیں۔ اس وقت یہ سسٹم مختلف پرائیویٹ اسکولز میں رائج ہے لیکن اس بورڈ کے امتحانات کے لیے ان اسکول میں پڑھنے والے طلباء کو بہت مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ ان اسکولز میں جگہ کی کمی، تنگی اور زیادہ کمانے کے چکر میں باقاعدہ سائنسی لیب یا تو سرے سے موجود ہی نہیں ہیں اگر ہیں تو وہ طلباء تعلیم کو طلباء کے لیے بہت آسان بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور زیادہ تر طلباء اسی سسٹم کو ترجیح دیتے ہیں۔ جماعت آٹھویں تک کیمبرج سسٹم سے پاس کرنے کے بعد طلباء زیادہ تر میٹرک سسٹم میں آجاتے ہیں۔

(ii) مدارس:

برصغیر پاک و ہند میں تعلیمی کا کوئی نظام موجود نہ تھا۔ البتہ دینی تعلیمی ادارے موجود تھے جو مدارس دیوبند کے انداز پر قائم ہوتے رہے۔ ان مدارس کا آپس میں کوئی باہمی ربط موجود نہ تھا اور ان میں عام طور پر کم و بیش تبدیلیوں کے ساتھ دریس نظامیہ پڑھا جاتا تھا۔ پاکستان میں نجی سطح پر ایک بڑی تعداد دینی مدارس کی ہے جس میں قرآن و حدیث، فقہ، عربی، صرونجوبی تفسیر وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے اس کے علاوہ درس نظامی بھی پڑھا جاتا ہے۔ درس نظامیہ وہ نصاب ہے جو اورنگزیب عالمگیر کے عہد کے آخری حصے میں ملا اس دور میں اعلیٰ تعلیم کے لیے اسے ایک مثالی نصاب سمجھا گیا تھا۔ قیام پاکستان کے وقت اس حصہ ملک میں خود ہی ادارے موجود تھے۔ ان میں دیوبند کے معیار کا غالباً کوئی ادارہ نہ تھا۔ ان میں دیوبند کے معیار غالباً کوئی ادارہ نہ تھا۔ بہر حال ان اداروں میں وہ عزم نہ پڑھائے جاتے تھے۔ جن پر معاشرے کی تعمیر و تنظیم ہو رہی تھی۔ اس لیے ان اداروں کو کبھی نظام تعلیم کا جزوی سمجھا گیا۔ البتہ ۱۹۷۸ء کی پالیسی میں ان اداروں کو باقاعدہ تنظیم میں لانے کی کوشش کی گئی اور حال ہی میں ان اداروں کے فارغ التحصیل افراد کو کالجوں میں عربی اور اسلامیات کی تعلیم دینے کے لیے موزوں قرار دے دیا گیا۔ پاکستان میں مکاتب فکر کی تقسیم کے لحاظ سے پانچ وفاق بنائے گئے ہیں جنہیں ”اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ 1۔ وفاقی المدارس العربیہ۔ 2۔ تنظیم المدارس۔ 3۔ وفاقی المدارس (السلفیہ)۔ 4۔ وفاق المدارس الیتعہ۔ 5۔ رابطہ المدارس اسلامیہ۔

(iii) کیمبرج سسٹم:

پاکستان میں نجی اداروں میں میٹرک سسٹم کے علاوہ اولیول اور اے ایول تک تعلیمی دی جاتی ہے جو کیمبرج نظام تعلیم کہلاتے ہیں یہ مغربی نظام تعلیم ہے۔^(۷) یہ نظام تعلیم چونکہ پاکستانی نظام تعلیم نہیں ہے لہذا اس تعلیمی نظام کے تحت پڑھائے جانے والے سماجی علوم قرآن کی روح سے خالی ہیں۔ جس سے مغربی سوچ پروان چڑھتی ہے۔ O/A لیول کے تضارب انگریزوں کی ضرورت کے مطابق تھے لیکن وہ نظام تعلیم آج بھی جاری ہے جو

ہمارے مذہب اور ثقافت سے قطعی ہم آہنگ نہیں۔ کیمبرج سسٹم پاکستان میں ۱۹۵۰ کی دہائی کے آخر میں متعارف کرایا گیا تھا۔ بین بین الاقوامی طلباء کے برابر آنے کے لیے اسے کراچی کے اعلیٰ نجی اداروں نے تقریباً فریڈ اپنایا۔ بین الاقوامی نصاب ہمارے نصاب تعلیم کے معیار کو طے کرتا ہے یہ ایک بین الاقوامی برطانوی نصاب ہے جو تعلیم حاصل کرنے والوں کے لیے بہت مقبول ہے کیونکہ یہ انہیں بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ تعلیم حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ کیمبرج دنیا کی بہترین یونیورسٹیوں میں سے ایک ہے جس میں ۱۴۰ سے زیادہ ممالک کے ۲۳۰۰۰۰ سے زائد طلباء کو زندگی کے لیے تیار کرتی ہے۔ اس نظام تعلیم میں سیکھنے کا دیر پا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اور کیمبرج کے نصاب میں مسئلہ حل کرنے سے متعلق ایک حصولی ہدف ہوتا ہے۔

(iv) کوچنگ سسٹم / ٹیوشن سینٹر ز:

پاکستان میں تعلیم ایک منافع بخش کاروباری کے طور پر بھی سامنے آئی ہے۔ کوچنگ سینٹر ملک کے سب سے زیادہ منافع بخش کاروباری اداروں میں سے ایک کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ ٹیوشن انڈسٹری جو منافع کماتی ہے وہ بہت زیادہ ہے کیونکہ کم سرمایہ کاری میں مانگ زیادہ ہونے کی وجہ سے منافع کا سبب ہے اور سب سے بڑھ کر کوئی ٹیکس نہیں کوچنگ سینٹر نے اپنی مقبولیت بڑھانے کے لیے بڑانڈنگ کی ہے۔ اس طرح شہر سائنس کے مختلف مضامین میں مہارت رکھنے والے مصروف برانڈز سے بھر گئے ہیں۔ ایک تازہ ترین سروے کے مطابق اعلیٰ ٹیوشن مراکز ماہانہ تقریباً ۱۰ ملین کماتے ہیں کوچنگ اور اساتذہ مختلف کوچنگ مراکز میں پڑھا کر ۲۰ لاکھ روپے کماتے ہیں۔ پاکستان میں ان ٹیوشن سینٹر ز کے وزارت تعلیم کی جانب سے معیارات مقرر نہیں ہیں۔ کوچنگ سینٹر ل کی بڑھتی ہوئی ترقی پاکستان کے لیے مسئلہ بنتی جا رہی ہے۔^(۸) والدین اپنی آمدنی کا حیران کن حصہ بچوں کی کوچنگ کی مد میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ سینٹر ز طلباء کی کامیابیوں میں حصہ ڈال سکتے ہیں۔ لیکن یہ سماجی عدم مساوات کا ذریعہ بھی بنتے جا رہے ہیں بد قسمتی سے کوچنگ سینٹر ز علم کی فراہمی کے مراکز نہیں ہیں بلکہ درس کی دکانیں ہیں جو تعلیم کو کاروبار کے طور پر پیش کرتی ہیں۔

پرائیویٹ اسکولوں کی قرآن وحدیث کی روشنی میں انتظامی اور تدریسی خامیاں:

مادیت کے ایسے دور میں نہ صرف تعلیم ایک کاروبار بن گئی ہے بلکہ تعلیم خریدی جاتی ہے۔ بچی جاتی ہے بلکہ استاد کی قدر ناپید ہو گئی ہے اور تعلیم اس حد تک ذریعہ روزگار بن گیا ہے کہ جس شعبہ تعلیم سے روزگار نہیں مل سکتا اسے حاصل کرنے کی طرف توجہ ہی نہیں دی جاتی تعلیم کے ذریعے انسانیت کی خدمت کرنے کے بجائے اسے مادی آسائشوں کے حصول کا ذریعہ بنالیا گیا ہے، قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ۱۱ [الرعد: ۱۱] حَتَّىٰ يُعْزِرُوا مَا بَأْنَفْسِهِمْ ۖ [الرعد: ۱۱]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ لوگ خود اپنے میں تبدیلی نہیں کرتے۔

اور کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدل سکتی جب تک کہ وہ جہالت کے اندھیروں کو چھوڑ کر علم کے نور کی متلاشی نہیں ہوتی دنیا کے ہر ملک کا اپنا نظام تعلیم ہوتا ہے۔ پاکستان کا نظام تعلیم انگریزوں کے دور کی بقایا جاتا ہے۔ اور پاکستان میں نجی تعلیمی ادارے اسی دور کی باقیات میں سے ایک ہیں۔

پرائیویٹ اسکولوں میں کچھ اسکول بہت معیاری درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر اسکول بہت پست معیار رکھتے ہیں۔ ان اسکولوں کو گلی محلے کے اسکول کہتے ہیں ان اسکولوں میں سہولتوں کے فقدان کے علاوہ معیار تعلیم بھی بہت پست ہوتا ہے۔ آج ہم اس مضمون میں ان غیر معیاری پرائیویٹ اسکولنگ سسٹم کے حوالے سے بات کریں گے۔ ان اسکولوں میں دو طرح کی بے قاعدگیوں پائی جاتی ہیں۔ ایک انتظامی خرابیاں اور دوسری تدریسی بے اعتدالیاں۔

۱۔ انتظامیہ کی خرابی:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، "آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو، خوش خبری دو، متفر نہ کرو،"

نبی ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں آسانیاں بانٹنے کا حکم فرمایا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں یہ چیز مفقود نظر آتی ہے خاص طور پر ہمارے اسکولوں کی انتظامیہ، انہوں نے اساتذہ، طلباء، اور والدین کے لئے ناقابل بیاں مشکلات کھڑی کر رکھی ہیں۔ جس سے علمی معیار کی پستی ہمیں نظر آتی ہے۔

پرائیویٹ اسکولوں کے علمی معیار کی پستی کی ذمہ داری انتظامیہ پر عائد ہوتی ہے جب طلباء کو انتظامیہ کی جانب سے سہولتوں کا فقدان ملے گا تو تعلیمی معیار خود بخود گرتا چلا جائے گا۔ پاکستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کے سبب تعلیمی اداروں کی کمی کو پورا کرنے کے لیے نجی اسکولوں کا قیام عمل میں آیا جہاں ان اسکولوں نے اس کمی کو پورا کیا وہیں تعلیمی معیارات کے تصور کو بھی کھودیا اور اپنی تہذیب و ثقافت کو بھی کھودیا۔ پاکستان میں موجود تمام نجی ادارے ہی اپنے اندر کچھ نہ کچھ خامیاں اور کوتاہیاں لیے ہوئے ہیں۔ کیمبرج سسٹم نے اگر معیار تعلیم کو بہتر رکھا ہے تو وہ ہمارے معاشرتی قدروں سے ہم آہنگ نہیں ہے اور فیس اس قدر زیادہ ہیں کہ صرف پاکستان کی Elite کلاس ہی اپنے بچوں کو تعلیمی اداروں میں تعلیم دلوا سکتی ہے۔⁽¹⁰⁾ باقی رہ گئی گلی محلوں کے نجی اسکولوں کی تو ان میں بے اعتدالیوں اور خامیوں کے انبار لگے دکھائی دیتے ہیں۔

(i) غیر موثر تعلیمی ماحول:

نجی تعلیمی اداروں میں تعلیمی سہولیات کا فقدان موجود ہے۔ فرنیچر کی کمی، چھوٹی چھوٹی عمارتوں میں طلباء کی بھرمار، ساز و سامان کی کمی، لائبریری کی کمی کھیلوں کے میدان کا نہ ہونا یہ وہ چیزیں ہیں جو تعلیمی ماحول کے لیے لازمی قرار دی جاتی ہیں۔ لیکن ان کی کمی کی وجہ سے طلباء ذہنی الجھن کا شکار ہوتے ہیں اور تدریسی عمل سے دور بھاگتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے لیے جہاں طلباء نویس، دسویں جماعت میں پہنچتے ہیں وہیں ان کو سائنسی مضامین میں پریکٹیکل کے لیے سائنسی لیبارٹریز کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لیکن ان اسکولوں میں ہمیں اس کی بھی اشد کمی نظر آتی ہے۔

(ii) فیسوں میں اضافہ:

پرائیویٹ اسکولوں کی جانب سے مختلف مد میں طلبہ و طالبات سے پیسے وصول کیے جاتے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں آئے دن فیسوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے جس سے والدین کے لیے معاشی مائل جنم لیتے ہیں۔ موسم گرما کی دوماہ کی تعطیلات میں اسکول وین کی مد میں فیس وصول کی جاتی ہے جبکہ ان دو مہینوں میں بچے اسکول ہی نہیں جاتے۔ ہر مہینے موبائل فونز پر گاہے بگاہے فیسوں کی وصولی کے لیے پیغام وصول ہو رہے ہیں۔ بچہ اسکول جائے یا نہ

جائے فیس وقت پر پہنچ جائے۔ فیسوں کی زیادتی والدین کو دیوالیہ بنادیتی ہے متوسط طبقے کا فرد اپنے بچوں کو معیاری تعلیمی اداروں میں تعلیم دلوانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس پر فیسوں، کتابوں یونیفارم اور آمدورفت کے اخراجات کا بوجھ بڑھ جاتا ہے۔

(iii) درسی کتب کی فراہمی کا غیر موزوں طریقہ کار:

نجی اسکولوں میں زیادہ تر انتظامیہ والدین و طلباء کو اس بات کا پابند رکھتی ہے کہ درسی کتب، کاپیاں رجسٹر اور یونیفارم صرف اسکول سے ہی حاصل کریں۔ ورنہ بچے کو اسکول میں داخلے کی اجازت نہیں ہوگی اس طرح والدین مجبوری میں اسکول سے کتابیں لینے پر پابند ہوتے ہیں حالانکہ یہ کتابیں سستے داموں بازار سے بھی مل سکتی ہیں۔ لیکن پاکستان میں تعلیم ایک کاروبار بن چکا ہے۔ اسکولز کمیشن لینے کے چکر میں والدین پر اضافی بوجھ ڈال دیتے ہیں جو کہ انتہائی نامناسب طریقہ کار ہے۔

(iv) طلباء کی بھرمار:

ان تعلیمی اداروں میں طلباء کی بھرمار بھی انتظامیہ کی ایک بڑی خرابی ہے کہ بے تحاشانچے داخل کر لیے جاتے ہیں جن سے ہر جماعت میں اساتذہ کو بیک وقت ایک کثیر تعداد میں طلباء کو پڑھانا پڑتا ہے طلباء کی اکثریت کے سبب اساتذہ ان پر انفرادی توجہ نہیں دے پاتے اور طلباء کے مسائل حل نہیں ہو پاتے۔ ان طلباء کے اسکولوں اور پھر کمرہ جماعت میں بھرمار کے سبب بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں۔ مثلاً بیٹھنے کے لیے فرنیچر کی کمی، پنکھوں کی کمی، پینے کے پانی کے مسائل وغیرہ۔

2۔ معاشی مسائل:

ان اسکولوں کے طلباء اور اساتذہ دونوں معاشی مسائل کا شکار ہیں نہ طلباء اپنی تعلیم میں دلچسپی لے سکتے ہیں اور نہ اساتذہ اسکول سے پڑھا سکتے ہیں جن کے نتیجے میں علمی معیار دن بدن کرتا جاتا ہے۔ ان اسکولوں انتہائی کم تنخواہ پر اساتذہ کو بھرتی کر لیا جاتا ہے۔ اس لے اساتذہ تدریسی مشاغل کے علاوہ کسی فرم یا تعلیمی اداروں مثلاً کوچنگ سینٹر میں ملازمت کرتے ہیں بعض اوقات گھروں میں ٹیوشن بھی پڑھاتے ہیں اساتذہ کی ایک سے زیادہ جگہوں پر ملازمت انہیں تھکن، ذہنی پریشانی اور عدم دلچسپی کا سبب ہیں اس طرح وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی برتنا شروع کر دیتے ہیں۔ لہذا نجی اداروں کی انتظامیہ کو چاہیے کہ جس طرح طلباء سے فیس لی جاتی ہے اسی معیار پر اساتذہ کو تنخواہ دی جائے تاکہ اساتذہ کی کارکردگی پر برا اثر نہ پڑے معمولی تنخواہ:

اکثر نجی و تعلیمی اداروں کو معیار پسماندہ ہے وہ معمولی تنخواہ پر میٹرک، انٹر پاس غیر معیاری اساتذہ کو رکھ لیتے ہیں جنہیں ایک حل شدہ کاپی دی جاتی ہے جسکی مدد سے وہ بچوں کو تعلیم دیتے ہیں اور طلبہ کے ساتھ ساتھ تعلیم سے بھی انصاف نہیں کر پاتے۔ کم تعلیم یافتہ اساتذہ بھرتی کرنے کا مقصد سراسر پیسے بچانے کا چکر ہے اس میں طلباء کے تعلیمی معیارات کا بھی خیال نہیں رکھا جاتا۔

۳۔ طریقہ تدریس کی خامیاں:

ہمارے نجی تعلیمی اداروں میں اساتذہ کی اکثریت غیر تربیت یافتہ ہے ہیں اور آئے دن اساتذہ کار دو بدل، اساتذہ کی کم تنخواہیں، انگریزی میڈیم کی دوڑ یہ وہ کوتاہیاں ہیں جو ہمارے تعلیمی معیار کو بہت تیزی سے نیچے لارہی ہیں۔

(i) غیر تربیت یافتہ اساتذہ:

ان نجی اسکولوں میں زیادہ تر اساتذہ کم پڑھے لکھے، غیر تربیت یافتہ ہوتے ہیں چنانچہ ان اساتذہ کا پڑھایا ہوا طالب علموں کی تسلی کا باعث نہیں ہوتا اور ان کے تقاضوں پر پورا نہیں اترتا۔ ایسے اساتذہ کی پاکستان میں اکثریت ہے جو تدریسی شعبہ میں تربیت یافتہ نہیں ہیں اور نہ ہی ان کے پاس درس و تدریس کا وسیع تجربہ ہوتا ہے ایسے اساتذہ کے لیے تعلیمی اصلاحات بھی بے کار ہوتی ہیں۔

(ii) اساتذہ کار دو بدل:

□ وَإِذَا قِيلَ اَنْشُرُوْا فَاَنْشُرُوْا يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ ءَامَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اٰوْتُوْا اَلْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ
□ ۱۱ ترجمہ: "تم میں سے اللہ ایمانداروں کے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا ہے درجے بلند کرے گا اور جو تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے"

اسلام نے جہاں مسلمانوں پر حصول علم کو فرض قرار دیا وہاں استاد کو بھی ایک باعزت مقام عطا کیا تاکہ اس کی وجاہت سے علم کا وقار بڑھے اور علم سے انسانیت کا۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ ہمارا معاشرہ ایک استاد کے ساتھ کیا سلوک روا رکھ رہا ہے۔ نجی اسکولوں کی ایک بہت بڑی خرابی یہ ہوتی ہے کہ بہت کم تنخواہ پر اساتذہ کی بھرتی کی جاتی ہے۔ پھر اساتذہ بھی وہ ہوتے ہیں جو زیادہ تر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علم ہوتے ہیں یا تو وہ صرف تجربہ حاصل کرنے کے لیے یا وقت پاس کرنے کے لیے اسکولوں میں آتے ہیں دو تین مہینے پڑھانے کے بعد یا تو وہ کوئی اور اسکول جوائن کر لیتے ہیں جس میں ان کو زیادہ تنخواہ مل رہی ہوتی ہے یا نجی مصروفیات کی وجہ سے اسکول کو خیر باد کہہ دیتے ہیں ان کی جگہ اور نئے اساتذہ کو بھرتی کیا جاتا ہے جس سے طلباء کی نفسیات پر گہرا اثر پڑتا ہے بار بار اساتذہ کی تبدیلی کی وجہ سے بچے ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر استاد کے پڑھانے کا طریقہ کار الگ ہوتا ہے ابھی وہ ایک استاد کے طریقہ کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں کہ نیا استاد آ جاتا ہے۔ آج کل اساتذہ اور طلبہ کے درمیان ذہنی ہم آہنگی کے ساتھ احترام اور تعلیم سے انہماک کا وہ جذبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ اساتذہ اپنے فرائض کو پوری دلچسپی و توجہ اور ذمہ داریاں سے ادا نہیں کرتے۔ حصول تعلیم

کی وہ لگن وہ جذبہ اور وہ شوق نہ ہی طلباء میں موجود ہے۔ مقصد حصول علم ای وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب پڑھنے اور پڑھانے والے کے درمیان تعاون اشتراک اور اعتماد کی فضا قائم ہو۔

(iii) انگریزی زبان پر توجہ:

آج کے ترقی پسند لوگ مروجہ زبان انگریزی سیکھنے سے زیادہ بولنے کے دلدادہ نظر آتے ہیں وقت کی مروجہ زبان کو اس لئے سیکھنا کہ اس کے ذریعے سے دینی و دنیاوی فوائد حاصل کئے جاسکیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے⁽ⁱⁱ⁾ حضرت زید بن ثابت کو عبرانی زبان سیکھنے کی رغبت دلائی تاکہ ان اقوام تک دین اسلام کی تعلیمات پہنچائی جاسکے جو عربی زبان سے ناواقف ہیں۔ لہذا صرف زبان کو ایک طبقاتی معیار بنالینا ایک غلط عمل ہے۔ پاکستانی معاشرے میں رائج نجی اسکولنگ سسٹم میں یہ اسکول زیادہ تر انگریزی میڈیم ہوتے ہیں بچہ گھر میں اپنی مادری زبان بولتا ہے جبکہ اس کی قومی زبان اردو ہے۔ لیکن اسکول میں اسے ہر مضمون انگریزی میں پڑھنا پڑتا ہے۔ طلبہ انگریزی اور اردو زبان کی الجھن میں پھنس گئے ہیں۔ طلباء آدھے تیر آدھے بیٹربن گئے ہیں۔ انگریزی میڈیم پڑھنے کے باوجود آج کل کے طلباء کو نہ انگریزی میں مہارت ہے نہ اردو میں بلکہ آج کل کا طالب علم اردو کے مضمون سے دور بھاگتا ہے ان اداروں میں کم تعلیم یافتہ اساتذہ کو نہ خود انگریزی پڑھتی اور بولنی آتی ہے تو وہ طلباء کو انگریزی میں کوئی بھی مضمون کیسے پڑھا سکتا ہے

انتظامی اور تدریسی خامیوں کے معاشرے پر اثرات:

قوموں کا مستقبل، کلاس روم سے وابستہ ہے، اس قول میں بڑی سچائی ہے۔ تعلیم حقیقت میں ایک ہمہ جہتی عمل ہے۔ نئے ادارے قائم کرنا اور پہلے سے قائم شدہ اداروں کو مستحکم کرنا، انھیں اسلامی نقطہ نظر سے بہتر سے بہتر بنانا ہی ایک اسلامی معاشرے کا مقصد و منشاء ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ □

ترجمہ: تم وہ بہترین امت ہو جسے نوع انسانی کے لیے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ ”اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہم پر یہ ذمہ داری ڈال دی گئی کہ عدل و انصاف پر ایک سے معاملہ کریں تاکہ انسان فلاح پائیں۔

حدیث مبارک ہے۔ ”حضرت معقل بن یسار بیان کرتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ”اللہ جس بندے کو کسی رعیت کا نگہبان بنائے اور وہ ان کے ساتھ خیر خواہی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔“

اس آیت اور حدیث سے ایک معاشرہ بنانے کی جانب راستہ کھلتا ہے جہاں معاشرے کے بنیادی تصور کے مطابق تمام لوگوں کو بنیادی ضروریات زندگی بھی میسر ہو اور ذہنی سکون بھی حاصل ہو اور کسی بھی انسانی معاشرے کو اس وقت تک ایک بہترین معاشرہ نہیں سمجھا جاسکتا، جب تک کہ اس کے ہر

شخص کو مساوی انسان نہ سمجھا جائے۔ اسکول معاشرتی ادارے کہلاتے ہیں۔ موجودہ صورت حال میں جب تمام نجی اسکول ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے چکر میں، اپنے برانڈ کی پبلسٹی کے لیے اور فیسوں کے لیے اپنے تعلیمی مقصد کو بالائے طاق رکھ کر اس دوڑ میں شریک ہیں۔

نجی تعلیمی اداروں کی خامیوں / بے اعتدالیوں کے معاشرے پر اثرات جاننے کے لیے ۲۰ لوگوں سے ملاقاتیں کیں جن کے تاثرات کچھ اس طرح تھے مختصر سروے:

سوال نمبر ۱: کیا آپ نجی تعلیمی اداروں کو ”صنعتی ادارے“ سمجھتے ہیں؟

جواب: زیادہ تر کا جواب ہاں تھا۔ جبکہ چند افراد نے ان اداروں کو دو معیارات میں تقسیم کیا کہ چند نجی ادارے اچھی اور معیاری تعلیم فراہم کر رہے ہیں۔

سوال نمبر ۲: کیا یہ اسکولز آپ کی سوچ کے مطابق طلباء کی ذہنی نشوونما کر رہے ہیں؟

جواب: اس کا جواب زیادہ تر ماؤں نے نہیں میں دیا کہ بچے کنفیوز نظر آتے آہیں۔ طلباء غیر مطمئن ہیں۔ عدم اعتماد کا شکار ہیں۔

سوال نمبر ۳: کیا آپ نجی اسکولنگ سسٹم سے مطمئن ہیں؟ فیس / کتب وغیرہ؟

جواب: والدین نے فیسوں کی وجہ سے پریشانی کا اظہار کیا۔ کسی نے کتب کی مہنگائی کا رونا رویا تو کسی نے ٹرانسپیرٹ کی کمی کی شکایت کی۔ کسی نے اس سسٹم کو ہی بے کار قرار دیا۔

سوال نمبر ۴: پرائیویٹ اسکولز کے گرتے ہوئے تعلیمی معیار کے ذمہ دار کس کو سمجھتے ہیں؟

جواب: اس سوال کے جوابات والدین، اساتذہ سے لیے گئے۔ زیادہ تر نے مورد الزام انتظامیہ کو ٹھہرایا کہ اگر استاد غیر تربیت یافتہ ہے تو بھرتی بھی انتظامی ہی کرتی ہے۔ کچھ لوگوں نے اساتذہ کو گرتے ہوئے تعلیمی نظام کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

”میں اللہ کی طرف پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو غیر نافع ہو۔“ یہاں ”علم نافع“ سے مراد ایسا علم ہے جو ایک طرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ ہے اور دوسری جانب معاشرے کے افراد کے بھی کام آئے فلاح و بہبود کا وسیلہ ثابت ہو اور آخرت میں جہنم سے نجات کا بھی سبب ہے۔

نتائج و سفارشات

اس پوری تحقیق کے بعد ہمارے سامنے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پرائیویٹ اسکولوں کے نظام تعلیم کی بہتری کے لیے کون کون سے بنیادی نکات ہیں جن کو اپنا کر یہ تعلیمی ادارے اپنے معیار تعلیم کو بلند کر سکتے ہیں۔ وہ نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ سرکاری، پرائیویٹ اور مدارس میں تعلیمی نصاب کے فرق کو ختم کر دیا جائے۔ یکساں نصاب تعلیم ہو کر اگرچہ یہ ایک بہت بڑا قدم ہے لیکن صرف اسی طریقے سے ہم اپنے ملک کے طلباء کو مختلف طبقات اور گروہوں میں تقسیم ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ جی تعلیم اداروں کے معیار میں ہنگامی تبدیلی لائی جائے اسکول، گھروں سے اٹھا کر باقاعدہ اسکول کی عمارتوں میں منتقل کئے جائیں اور ان میں کھیل کے لیے میدان بنائے جائیں۔

☆ طلباء انگریزی اور اردو زبان کی الجھن میں پھنس گئے ہیں جب ملک کی زبان اردو ہے تو پھر اس قومی زبان کو نجی تعلیمی اداروں میں رائج کیا جائے تاکہ طلباء دو طبقات میں تقسیم نہ ہوں۔

☆ عوامی نمائندوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو بھی سرکاری اسکولوں میں داخل کرائیں یہ عوام کے لیے طبقاتی نظام کے خاتمے کے لیے مثبت قدم ہو گا۔

☆ پرائیویٹ اسکولوں میں پڑھائی جانے والی انگریزی کتابیں زیادہ تر بیرون ملک سے درآمد ہوتی ہیں جن میں موجود تصاویر، نام، لباس وغیرہ میں مغربی ثقافت عیاں ہوتی ہے۔

☆ نجی سطح پر اسکول کی فیس سیکڑوں سے ہزاروں روپے تک ہے اور آئے دن فیسوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور مختلف مد میں طلباء و طالبات سے پیسے وصول کیے جاتے ہیں۔ ان اداروں کو مخصوص فیسوں کے لیے پابند کیا جائے تاکہ والدین پر معاشی بوجھ کم ہو سکے۔

☆ ان اسکولوں کو داخلوں کے لیے بھی پابند کیا جائے کہ اسکول کی عمارت اور سہولیات کو مد نظر رکھتے ہوئے داخلے دیئے جائیں تاکہ طلباء و اساتذہ کسی بھی قسم کی پریشانی سے دوچار نہ ہوں۔

☆ ان تعلیمی اداروں میں اساتذہ کا تعلیمی معیاری مقرر کیا جائے اساتذہ کی تنخواہ معقول ہو۔ غیر تربیت یافتہ اور کم پڑھے لکھے اساتذہ طلباء کے لیے دشواری کا باعث ہوتے ہیں لہذا اس طرف توجہ دینا طلباء کے لیے نہایت ضروری ہے۔

☆ پرائیویٹ اسکولوں میں اساتذہ کا بار بار تبدیل ہونا یا کیا جانا بھی تعلیمی نظام کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ اس کے لیے بھی کوئی پالیسی بنائی جائے کہ استاد کی تقرری کم از کم ایک سال کے لیے ہو کہ وہ طلباء کا ادھورا تعلیمی سیشن چھوڑ کر نہ جاسکے۔

☆ نجی تعلیمی اسکولوں میں اساتذہ کی شدید کمی دیکھنے میں آتی ہے۔ انتظامیہ پیسے بچانے کے لیے ایک استاد پر کئی مضامین کا بوجھ ڈال دیتے ہیں جس سے تدریسی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ اساتذہ کی عدم دستیابی سے طلباء مسائل کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس مسئلے کے حل کے لیے ان اسکولوں کی داخلہ رپورٹ لے کر ان پر اساتذہ مقرر کیئے جائیں تاکہ ان اسکولوں کا معیار تعلیم بہتر ہو۔

☆ پرائیویٹ اسکولز کی رجسٹریشن کے لیے کچھ خاص سخت اصول بنائے جائیں اس طرح کئی چھوٹے چھوٹے نجی اسکول آپس میں ضم میں ہو جائیں گے اور معیار تعلیم بہتر ہوگی۔

☆ ٹیوشن سینٹر یا کوچنگ سینٹر نے بھی ایک ادارے کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور ان کو چنگ مافیانے تعلیمی معیار کو اور پست کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اساتذہ اپنے تعلیمی اداروں سے زیادہ اس پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے سرکاری تعلیمی اداروں کا معیار گر رہا ہے۔ ان سینٹر میں صرف امتحانات کی تیاری کے لیے مخصوص کورس پڑھایا جاتا ہے۔

☆ تعلیمی کمیشن کو ان سینٹر کے لیے بھی پالیسی بنانے کی ضرورت ہے۔ مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب کو سرکاری و نجی اداروں میں بھی پڑھایا جائے تاکہ طلباء دینی دنیاوی دونوں طرح کی تعلیم حاصل کر سکیں۔

(1) فہمیدہ سعود احمد، معاشرتی مسائل کی عمرانیات، علمی کتاب گھر، ۱۹۸۱ء، کراچی، ص ۵-۷

(1) محمد عثمان، نئے تعلیمی تقاضے، نیشنل بک فاؤنڈیشن کراچی، لاہور، ص ۳۵۔

(1) عبدالرشید، ڈاکٹر، ہمارا نظام تعلیم، کاروان ادب، ملتان، ۱۹۸۶ء، ص ۱۹۳-۲۸۵

(1) nation.com.pk

(1) Google.com/macropakistan.com

(1) www.cambridgeinternational.org

(1) سید مہدی حسن زیدی، اطلاقی عمرانیات، غضنفر اکیڈمی ۲۰۰۸ء، ص ۴۰۰-۴۰۳

(1) Tween to twenty.com

Bibliography

1-The Holy Quran

- ۲-، Khalid Alvi, Doctor, Education and Modern Cultural Challenge, Dawa Academy, Islamabad, 2015.
- 3.Mohammad Amin, Doctor, Educational Institutions and Character Building, Aziz Book Depot Lahore, 2014
- 4.Raees, Rafiq Ahmed, Salafi, Taamir-e-Millat and Religious Institutions, Maktab-e-Fahim, 2016.
- 5.Muhammad Arshad, Khan, Bhatti, Islamic Studies, Sabah Al-Adab Chowk Urdu Bazaar, Lahore 2002
۶. Syed, Mehdi Hassan Zaidi, Applied Sociology, Ghazanfar Academy, Pakistan
۷. Fehmida, Saud, Ahmed, Sociology of Social Issues, Practical Book House, Karachi
- ۸-، Muhammad, Usman, New Educational Requirements, National Book Foundation Karachi 1975, Islamabad, Lahore.
۹. Ali Awsat, Siddique Tanzeem Madrasa, Rahbar Publishers, Karachi 2002.
- ۱۰- .Dr. Abdul Rashid, Arshad Our System of Education, Caravan Literature, Multan.
- ۱۱- Muhammad, Niaz, Siddique, Education, Ahmad Academy 2020.
- ۱۲- Muhammad Niaz Siddiqui, Education, Ahmad Academy, I: 1, 2005.

۱۳-Dawan.com/News

1۴-Google.com/macro pakistan.com

1۵-Nation.com

1۶-Teen to twenty.com

13-www.Cambridge international.org

القرآن¹

(۲) فہمیدہ سعود احمد، معاشرتی مسائل کی عمرانیات، علمی کتاب گھر، ۱۹۸۱ء، کراچی، ص ۵-۷

(۳) محمد عثمان، نئے تعلیمی تقاضے، نیشنل بک فاؤنڈیشن کراچی، لاہور، ص ۳۵۔

(۴) عبدالرشید، ڈاکٹر، ہمارا نظام تعلیم، کاروان ادب، ملتان، ۱۹۸۶ء، ص ۱۹۳-۲۸۵

(۵) nation.com.pk

(۶) Google.com/macropakistan.com

(۷) www.cambridgeinternational.org

(۸) سید مہدی حسن زیدی، اطلاقی عمرانیات، غضنفر اکیڈمی ۲۰۰۸ء، ص ۴۰۰-۴۰۳

9

(10) Tween to twenty.com

"؛ جامع الترمذی: 2715